منقبت

ہم اپنے گھر سے یوں نادِ علیؑ پڑھ کر نکلتے ہیں
علیؑ کا نام لیتے ہی دلوں سے ڈر نکلتے ہیں

علیؑ کے ذکر کے سائے میں حق نے آنکھ کھولی ہے
شجر عشقِ علیؑ کے سب ہی قد آور نکلتے ہیں

نبیؐ بولے، سمجھ لو بے نسب کی موت آئی ہے
علیؑ جب ذوالفقارِ حیدری لے کر نکلتے ہیں

یزیدی فوج سے حرِؑ جری کہتا ہوا نکلا
نکلنا ہو جو دوزخ سے تو حرؑ بن کر نکلتے ہیں

فرشتے بادلوں کی اوٹ سے دیدار کرتے ہیں
مدینے کی جو گلیوں سے علی اکبرؑ نکلتے ہیں

بشر کیا ہے فرشتے بھی اِسی در کے سوالی ہیں
درِ شبیرؑ پر فطرس کے بال و پر نکلتے ہیں

ہم اپنے دل کے آنگن میں صفِ ماتم بچھاتے ہیں
ہماری آنکھ سے اشکِ غمِ سرورؑ نکلتے ہیں

275

ہماری زندگی کا مقصد و مفہوم ماتم ہے
جلوسوں میں یہی بچوں سے ہم کہہ کر نکلتے ہیں

اُنہی کو زیب دیتا ہے علیؑ کا تذکرہ کرنا
ہتھیلی پر رکھے جو لوگ اپنا سر نکلتے ہیں

صحابہ مصطفیٰؐ کے بعد یوں نکلے ثقیفہ سے
کبھی بارش میں جیسے چیونٹیوں کے پَر نکلتے ہیں

محبؔ قرطاس پر بس یا علیؑ تحریر کرتا ہے
قلم سے خود بخود الفاظ کے لشکر نکلتے ہیں